سے متنازعہ بنایا گیا کہ جن کی "ومینز" سیئات وفاحشات ہی نہیں منکرات وخبیثات بھی ہیں اور جو خود اخس وارذل ہیں جن کی دنائت وخساست کے سامنے ابوجہل کا رویہ اور ابولہب کی مکاری بھی سرنگوں ہے۔

احرار آب دار! آپ نے ان وحشتوں کا رُخ موڑنا ہے اور دہشتوں کو کافور کرنا ہے ان موذیوں کا مقابلہ کرنا ان سے ہر ہر موڑ پر مزاحمت کرنا ہے یہ سب باطل ہیں اور باطل کو زیر کرنا احرار کا فرضِ اولین ہے کہ دین کا تقاضی یہی ہے۔

اللہ کا حکم، حضور کی سنت اور صحابہ واہلِ بیت کی روایت یہی ہے اور ہاں آپ کے قریبی اسلاف اکابرِ احرار کی ریت بھی تو یہی ہے۔

احرار ساتھیو! اپنے مسلکِ حق پر جمے رہو، اپنی روایت پر ڈٹتے رہو اور سنتِ رسول میں اپنا سب کچھ نثار کرتے رہو۔ اللہ آپ کے ساتھ ہے، اللہ آپ کے ساتھ ہے یقیناً اللہ آپ کے ساتھ ہے۔

مجلسِ احرارِ اسلام کے تمام ارکین ومعاونین اور

قارئینِ نقیبِ ختمِ نبوت کو

عید مُبارک

ادارہ

قسط ۱

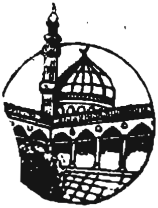

غزوۂ بدر

مولانا ابوالکلام آزادؒ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (آل عمران ۱۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر اڑھائی سو میل شمال میں چلے آئے تھے تاکہ اطمینان سے دین حق کی تبلیغ کرسکیں لیکن قریش کی عداوتوں نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

ابن ابی سے ساز باز

قریش نے سب سے پہلے عبداللہ بن ابی اور اس کے ہم نواؤں کو ساز باز کے لیے چُنا۔ یہ لوگ مدینہ منورہ کے بڑے عرب قبیلوں اوس و خزرج دونوں میں سے تھے اور اس وقت تک انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ قریش نے انھیں لکھا کہ تم نے ہمارے جس آدمی کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے، اس سے لڑو اور نکال دو یا ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کردیں گے۔ تمھارے جوانوں کو قتل کریں گے اور عورتوں کو اپنے قبضہ میں لے آئیں گے۔

ابن ابی اور اس کے ساتھیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا ارادہ کیا۔ آپ کو اطلاع ملی تو بہ نفس نفیس ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے اور سمجھایا کہ قریش نے تم سے داؤ کھیلا ہے۔ اگر لڑوگے تو اپنے فرزندوں اور بھائیوں سے لڑوگے جو مسلمان ہوچکے ہیں۔ دونوں طرف نقصان تمھارا ہی ہوگا لیکن اگر تمھیں قریش سے لڑنا پڑا تو یہ غیروں سے مقابلہ ہوگا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد اس درجہ دل نشیں تھا کہ وہ لڑائی کے ارادے سے دست بردار ہوگئے۔

یہودیوں سے جوڑ توڑ

اس کے بعد قریش نے مدینہ منورہ کے یہودیوں سے سازش کی۔ جب یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا چکے، حالانکہ وہ معاہدۂ مدینہ یعنی "صحیفہ" میں شریک ہوچکے تھے، تو مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ مکہ سے صاف بچ نکلنے پر مغرور نہ ہوجانا، ہم اب بھی تمھیں چھوڑیں گے نہیں۔

ساتھ ہی چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ ربیع الاول ۲ھ (ستمبر ۶۲۳ء) میں ایک قریش سردار کرز بن جابر الفہری مدینہ منورہ پہنچا جو مویشی میدان میں چر رہے تھے، انھیں پکڑ کر لے گیا۔ تعاقب کیا گیا مگر صاف بچ کر نکل گیا۔ یہ اس امر کا اعلان تھا کہ قریش مسلمانوں کو مدینۂ منورہ میں بھی اطمینان کا سانس نہ لینے دیں گے اور مدت تک یہ حال رہا کہ رسول اللہ

۱؎ اور اللہ بدر کے میدان جنگ میں تمھیں فتح مند کیا تھا حالانکہ تم بڑی گری ہوئی حالت میں تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم راتیں جاگ جاگ کر گزارا کرتے تھے۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا! آج کوئی اچھا آدمی پہرا دیتا" چنانچہ سعدؓ بن ابی وقاص نے رات بھر پہرا دیا، تب آپ نے آرام فرمایا۔

دو موثر جوابی تجویزیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ کی حفاظت کے لیے دو موثر تجویزیں سوچیں: اول قریش کی شامی تجارت کا راستہ مخدوش بنانے کا فیصلہ، دوم مدینہ منورہ کے آس پاس جو قبیلے رہتے تھے، ان سے امن و امان کے معاہدوں کے لیے سعی و کوشش۔ چنانچہ امن و امان کے معاہدوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

قریش جنگ پر تُلے بیٹھے تھے اور اس کے لیے مصارف کی تجویز یہ سوچی گئی کہ اہل مکہ کے پاس جو سرمایہ تھا وہ شام جانے والے قافلے کے حوالے کر دیا جائے اور اس سفر تجارت میں جتنا منافع ہو وہ پُورے کا پورا مسلمانوں کے خلاف سرو سامان جنگ کی تیاری میں لگایا جائے۔ یہی تجارتی قافلہ تھا جس پر حملہ ابتدا میں مسلمانوں کے پیش نظر تھا اور سورۂ انفال میں " احدی الطائفتین" سے ابتدا میں یہی قافلہ سمجھا گیا، جس میں ایک ہزار اونٹ تھے اور پچاس ہزار دینار کا سامان تجارت تھا۔

تجارتی قافلے پر حملے کا مسئلہ

اس باب میں قافلے کو حملے کا ہدف تسلیم کرنے سے گریزاں ہونا سراسر تکلف ہے۔ قریش اور مسلمانوں کے درمیان حالت جنگ قائم تھی اور حالت جنگ میں دشمن کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا قطعاً مستوجب طعن نہیں ہو سکتا۔ جن بزرگوں نے اس باب میں تکلفات فرمائے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے حقیقی صورت حال پیش نظر نہیں رکھی اور صرف اس خیال سے متاثر ہو گئے کہ کہیں مسلمانوں پر غارت گری کا الزام عائد نہ ہو جائے، لیکن پیش بندی کے طور پر دشمن کو نقصان پہنچانا اور اسے جنگ کے معاملے میں بے دست و پا بنا دینا ہر اعتبار سے درست اور جائز ہے اور یہ سب کے نزدیک تدابیر جنگ میں سے ایک موثر تدبیر ہے۔" الفتنۃ اشد من القتل"، "والفتنۃ اکبر من القتل" کا مطلب بھی یہی ہے۔

خدا جانے اس بدیہی حقیقت سے اعراض کیوں مناسب سمجھا گیا؛ یہ غارت گری نہ تھی۔ ایک جانی دشمن کے لبریز فساد منصوبوں کو ناکام و نامراد بنانے کی کوشش تھی۔ کیا یہ حقیقت نہ تھی کہ قریش مکہ ان املاک پر قابض ہو گئے تھے جو مہاجرین چھوڑ کر گئے تھے؛ قریش کے حملے اور چھاپے جاری تھے حالانکہ مسلمان نہ قریش سے لڑنے کے خواہاں تھے، نہ کسی اور سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ قافلے پر حملہ جارحانہ حرکت نہ تھی بلکہ یہ سراسر دفاعی اقدام تھا جو حالت جنگ کے دوران میں کیا گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مشیت ایزدی نے تجارتی قافلے پر حملے کے بجائے جنگ بدر کا سرو سامان کر دیا، جسے قرآن مجید " یوم الفرقان" سے تعبیر کرتا ہے یعنی حق و باطل کے درمیان فیصلے کا دن۔

معذرت آمیز انداز کیوں؟

اصل دین کسی بھی معاملے کے متعلق معذرت آمیز انداز اختیار کرنا ضعف موقف کا

نشان ہوتا ہے اور جب موقف ضعیف اختیار کر لیا جائے تو اسے دلائل کے زور اور الفاظ کی فراوانی سے مستحکم نہیں بنایا جا سکتا۔ معہذا مسئلے کے بنیادی حقائق آفتاب جہاں تاب کی طرح درخشاں ہوں تو ان کی طرف سے آنکھیں بند کر کے معذرت کا پہلو اختیار کر لینا سراسر حیرت افزا ہے۔

ابوسفیان کا الارم

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے تجارتی قافلے کی مراجعت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی غرض سے طلایہ گرد دستے بھیجتے رہتے تھے۔ ایسی ہی کوئی اطلاع پا کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ ادھر ابوسفیان بھی جو سالار قافلہ تھا، بے خبر اور غافل نہ تھا۔ اسے بھی تشویش تھی کہ مسلمان اس کی تلاش میں ہوں گے۔ جو لوگ راستے میں ملتے تھے ان سے پوچھ گچھ کے بعد اطمینان کے بغیر قدم آگے نہیں بڑھاتا تھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ مسلمان راستے کا چکر لگا رہے ہیں تو اس نے بدر پہنچنے سے پیشتر ہی ضمضم غفاری کو مکہ مکرمہ بھیج دیا تاکہ قریش کو خبر کر دے، قافلہ خطرے میں ہے اور اس کے بچاؤ کے لیے جو کچھ کیا جا سکے، جلد از جلد کر لو۔ اس وقت تک کوئی بدیہی اور قریبی خطرہ اس کے سامنے نہیں آیا تھا۔

موکب رسالت کی حرکت

مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے کی تاریخ ابن اسحاق کے مطابق ۸ رمضان ۲ھ (۴ یا ۵ مارچ ۶۲۴ء) ہے۔ دن دوشنبہ یعنی پیر کا تھا۔ یہ بیان تقویم کے عین مطابق ہے۔ ابن سعد نے تاریخ روانگی ۱۲ رمضان ۲ھ (۸ مارچ ۶۲۴ء) بتائی ہے اور لکھا ہے کہ دن شنبہ یعنی ہفتے کا تھا۔

منازل سفر

اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن مقامات سے گزرے ان کی تفصیل یہ بتائی گئی ہے: عقیق[1]، ذوالحلیفہ (موجودہ آبار علی)، اولات الجیش، تربان، ملل، عبیس الحمام[2]، صخیرات الیمامہ، سیالہ، فج الروحاء، شنوکہ، عرق الظبیہ، سجسج[3]، منصرف[4]، الغازیہ، وادی رحقان، صفرا[5]، وادی ذفران۔ اسی مقام پر پہلی مرتبہ رسول اللہ کو اطلاع ملی کہ قریش مکہ کا لشکر تجارتی قافلے کی حفاظت کے لیے آ رہا ہے۔ یہاں تک "طائفتین" میں سے صرف ایک پیش نظر تھا، یعنی تجارتی قافلہ، دوسرے کے بارے میں یقینی طور پر کچھ معلوم نہ تھا۔ اب دونوں طائفے منظر عام پر آ گئے تھے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے،

---

[1] مدینہ منورہ سے بیس میل [2] وفا الوفا میں اسے عُبَیس بھی لکھا ہے [3] یہیں بئر الروحا ہے جو مدینہ منورہ سے چالیس میل بتایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ چھتیس میل ہے [4] یہاں سے مکہ مکرمہ جانے والا راستہ بائیں جانب چھوڑ کر آپ نے دائیں جانب کا راستہ اختیار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے راستوں کی کیفیت معلوم نہیں۔ ترکوں کے عہد حکمرانی میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان جو راستہ "طریق سلطانی" کے نام سے مشہور تھا، اسے سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ سے پہلی منزل آبار علی تھی، دوسری بئر درویش، تیسری مسجد جسے بئر عباس بھی کہتے ہیں۔ یہیں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طریق مکہ چھوڑا اور دائیں جانب کا راستہ لیا۔ [5] صفرا کو پھر بائیں ہاتھ چھوڑا اور دائیں جانب چلتے ہوئے ذفران پہنچے۔

اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہالکم۔ جب اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا تھا کہ دشمن کے دونوں گروہوں میں سے ایک ضرور تمہارے ہاتھ آئے گا۔

ذفران ہی کی منزل میں وہ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی جسے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ تجارتی قافلے کے بجائے لشکر قریش سے ڈبھیڑ کی نوبت آئی تو کیا کرنا چاہیے۔

مسلمان طلایہ گرد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت کے مطابق صفراء سے، دوسری روایت کے مطابق مدینہ منورہ سے بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباؓ کو تجارتی قافلے کی خبریں لانے کے لیے بدر بھیج دیا تھا۔ وہ بدر پہنچے۔ پانی کے پاس اونٹ بٹھائے اور مشکیزہ بھرنے لگے۔ اس اثنا میں دو لڑکیاں پانی لینے کے لیے آ رہی تھیں اور جھگڑ بھی رہی تھیں۔ ایک کا قرض دوسری کے ذمے تھا اور قرض خواہ تقاضا کر رہی تھی۔ دوسری نے جواب دیا کہ کل پرسوں قافلہ آنے والا ہے۔ میں ان کے پاس مزدوری کر کے تیرا قرض ادا کر دوں گی۔ مجدی بن عمرو الجہنی نام ایک شخص وہیں تھا یہ پہلے بھی قریش اور مسلمانوں کی لڑائیاں رکوا چکا تھا۔ اس نے قافلے کے آنے کی تصدیق کی اور دونوں لڑکیوں کا جھگڑا ختم کرا دیا۔ بسبس اور عدی کے لیے اتنی خبر کافی تھی اور یہی خبر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دی۔

قافلہ بچ نکلا

ان کے جانے کے بعد ابوسفیان بدر پہنچا اور مجدی سے پوچھا کہ کیا تم نے کسی کی آہٹ پائی ہے؟ مجدی نے بتایا کہ دو سوار آئے تھے اور اونٹ بٹھا کر انھوں نے پانی مشکیزے میں بھرا تھا۔ ابوسفیان اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ پہنچا۔ مینگنیاں اٹھا کر توڑیں۔ ان میں کھجور کی گٹھلیوں کے ریزے دکھائی دیے۔ یہ اہل مدینہ کے اونٹوں کا خاص چارہ تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ مسلمان قافلے کی تلاش میں ہیں۔ چنانچہ وہ تیزی سے قافلے کی طرف لوٹا اور بدر سے اس کا رخ پلٹا کر اس راستے پر چل دیا جو ساحل بحر کے ساتھ تھا، یعنی بدر کو اس نے بائیں ہاتھ چھوڑ دیا۔

حکمت الٰہی

اب حکیم مطلق کی حکمت نوازی ملاحظہ ہو کہ پہلے دشمن کا ایک گروہ پیش نظر تھا یعنی قافلہ اور دوسرے کا امکان بے شک ہو گا، لیکن اس کا وجود یقینی نہ تھا۔ پھر دونوں گروہ منظر عام پر آ گئے۔ اب جو گروہ یعنی قافلے معمولی سا نشان خطر دیکھ کر راستہ بدل لیا اور وہ منظر عام سے غائب ہو گیا۔ دشمن کا جو گروہ پہلے غائب تھا اور صرف اس لیے وجود پذیر ہوا تھا کہ قافلے کو گزند نہ پہنچنے دے، وہ قافلے کے سلامت نکل جانے کے باوصف ابوجہل کے اصرار کی بنا پر واپس نہ ہوا بلکہ دندناتا ہوا بدر آیا تاکہ آس پاس کے قبیلوں پر اپنی قاہری و جباری کا رعب جمائے۔ ان دو گروہوں میں سے ایک کے ہاتھ آنے کا خدائی وعدہ ایسے انداز میں پورا ہوا کہ جنگ بدر سے اسلامی تاریخ میں حق کی فتح اور باطل کی شکست و ریخت کا دروازہ کھل گیا۔

منازل قریش

یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ قریش کو مکہ معظمہ سے نکل کر بدر پہنچنے میں آٹھ دن لگے۔ منازل کی مجمل کیفیت یہ ہے،

---

[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان طلایہ گردوں کو دو مرتبہ بھیجا گیا، ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے اور دوسری مرتبہ راستے سے۔

۱. مکہ مکرمہ اور عسفان کے درمیان ابوجہل نے پورے لشکر کے لیے دس اونٹ ذبح کیے۔

۲. عسفان — امیہ بن خلف نے نو اونٹ ذبح کیے۔

۳. قدید — سہیل بن عمرو نے دس اونٹ ذبح کیے۔

۴. قدید سے قریش سمندر کی طرف چلے جہاں میٹھا پانی تھا وہاں کے قیام میں شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کیے۔

۵. جحفہ — عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کیے۔

۶. ابوا — ابناء حجاج نے دس اونٹ ذبح کیے۔

۷. ابوا اور بدر کے درمیان، عباس نے دس اونٹ ذبح کیے۔

۸. بدر — ابوالبختری نے دس اونٹ ذبح کیے۔

ذُفران کی مجلس

قریش کی آمد کے متعلق اطلاع پاتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کیا تاکہ آئندہ کے متعلق ان کی رائے معلوم ہو جائے۔ سب سے پہلے ابوبکرؓ نے موثر تقریر کی۔ پھر عمرؓ بولے۔ بعد میں مقدادؓ بن عمرو نے کہا:

> یارسول اللہ! اللہ آپ کو جو کچھ فرمائے، وہی کیجیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم، ہم وہ نہ کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ: اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون[1]۔ اس خدا کی قسم جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا۔ اگر آپ برک الغماد[2] تک بھی چلے جائیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعریف فرمائی اور دعا کی، لیکن ابوبکرؓ، عمرؓ اور مقدادؓ تینوں مہاجرین میں سے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی رائے سننا چاہتے تھے کیونکہ خیال تھا شاید انصار نے حفاظت کی ذمہ داری صرف مدینہ منورہ کے لیے اٹھائی تھی۔ چنانچہ آپ نے پھر فرمایا مجھے مشورہ دو۔ اب سعدؓ بن معاذ[3] اٹھے اور کہا:

> یارسول اللہ شاید آپ ہم سے خطاب فرما رہے ہیں۔ ہم آپ پر ایمان لا چکے۔ آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ جو تعلیم لائے ہیں وہ سچی ہے۔ ہم آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کے پختہ وعدے کر چکے۔ آپ جس طرف ارادہ فرمائیں، تشریف لے چلیں، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو

---

[1] تم چلے جاؤ اور تمہارا خدا چلا جائے تم دونوں وہاں لڑنا۔ ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ [2] برک الغماد یمن میں ہے اور مکہ مکرمہ سے پانچ منزل کی مسافت ہے۔ عربوں کے نزدیک زیادہ سے زیادہ مسافت کی یہ بھی ایک تعبیر تھی۔ [3] حضرت انسؓ کی روایت میں سعدؓ بن معاذ کی جگہ سعدؓ بن عبادہ ہے۔

سچائی کے ساتھ مبعوث کیا، اگر آپ سمندر بھی ہمارے سامنے لے آئیں اور اس میں داخل ہوں تو ہم آپ
کے ساتھ داخل ہو جائیں گے اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ ہٹے گا۔ ہم اسے ناپسند نہیں کرتے کہ کل آپ
ہمیں لے کر دشمنوں سے مقابل ہوں۔ ہم جنگ میں استوار اور مقابلے میں سچے ہیں۔ امید ہے خدا آپ کو
ہماری طرف سے ایسے کارنامے دکھائے، جن سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ آپ اللہ کی برکت سے چلیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقدادؓ کی تقریر سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا،

چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے میرے ساتھ دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے اور میں گویا
اس وقت قریش کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں۔

ذفران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو ان گھاٹیوں میں سے گزرے جنہیں الاصافر کہتے ہیں۔ پھر الدبہ نام بستی
میں قیام فرمایا۔ بعد ازاں حنان کو دائیں جانب چھوڑا، یہ ایک ٹیلا ہے جو بڑے پہاڑ کی مانند ہے۔ آپ نے بدر کے قریب
نزول فرمایا۔ شام ہوئی تو علیؓ، زبیرؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص کو ایک جماعت کے ساتھ بدر کے چشمے کی جانب روانہ فرمایا کہ
کچھ خبریں لے آئیں۔ وہ دو غلاموں کو گرفتار کر لائے جو لشکر قریش کے لیے پانی لانے کی خدمت پر مامور تھے۔ ان سے ابوسفیانؓ
کے متعلق پوچھا تو جواب ملا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ پھر انہیں زدوکوب کیا تو دونوں نے اقرار کر لیا کہ ہم ابوسفیان کے غلام ہیں۔ اس پر
انہیں چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ سلام پھیرا تو فرمایا کہ جب انہوں نے سچ کہا تو تم نے مارا، جب جھوٹ کہا تو چھوڑ دیا۔

پھر آپ بنفس نفیس مخاطب ہوئے، فرمایا، مجھے قریش کے متعلق بتاؤ؛

غلام: اس ٹیلے کے پیچھے ہیں، جو دور نظر آ رہا ہے۔

اس سے ان کا اشارہ اس ٹیلے کی طرف تھا، جس کا نام عَقَنْقَل ہے اور اس طرف کے ناکے کو "العدوة القصویٰ"
کہتے ہیں۔

پھر فرمایا: وہ لوگ کتنے ہیں؟

غلام: بہت ہیں۔

فرمایا، کھانے کے لیے روزانہ کتنے اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں؟

غلام: کسی روز نو، کسی روز دس۔

اس جواب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرمایا کہ لشکر قریش کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے اور یہ اندازہ
بالکل درست تھا کیونکہ قریش کی تعداد ساڑھے نو سو بیان کی گئی ہے۔

فرمایا، قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں سے کون کون ہیں؟